تحفظِ حقوقِ نسواں بل کا شرعی و قانونی نقطۂ نظر سے تحقیقی و تنقیدی جائزہ

*ڈاکٹر حافظ افتخار احمد

ABSTRACT

The first family which had been sent in the world consisted on a male and female. So, both have the equal rights. The woman is the key element of the family system. The concept of the family is void without the woman. But it is the unique creature of the whole human history that he essential partner has been deceiving her in many different ways. She has been facing a lot of sorrows and troubles by the male. Her male partner has showed her numberless day-dreams. But in-spite all of these, she has been wandering to seek her identity and rights.

In this article it has been endeavored to analyze all these issues comprehensively.

Key Words: Protection Bill, Shari'ah, legislative, civilization, Islamic society.

تحفظِ حقوقِ نسواں کا پس منظر

موجودہ دور اپنے فکری فلسفے، تہذیبی تجربے اور معاشرتی رویوں کے باعث دراصل مغربی تجربہ گاہ ہے، مغرب جو کہ اِس وقت دنیا کی غالب قوت بن چکا ہے اور اُس کی تہذیب تقریباً تمام دنیا پر چھائی ہوئی ہے۔ اسلامی تہذیب جو کبھی عروج پر تھی، اب آہستہ آہستہ عالمی سیاسی منظر نامے سے غائب ہو چکی ہے۔ 1496ء میں سپین سے مسلمانوں کا اقتدار ختم ہوا، 1857ء میں مغلوں کے زوال کے بعد ہندوستان میں اقتدار برطانیہ کے حصے میں آیا۔ 1942ء میں ترکی کی خلافتِ عثمانیہ ختم ہوئی، یہ مسلم سیاسی اقتدار کا عالمی سیاست سے غائب ہونا؛ یہ تینوں زوال مسلمانوں کو عیسائیت کے ہاتھوں بھگتنا پڑے۔ مسلم عیسائی تناؤ یہیں ختم نہیں ہوا، یہ تو صرف تہذیبی غلبے کی ابتدا تھی۔ عیسائی دنیا کا اصل مدعا و مقصد دنیا پر تہذیبی غلبہ تھا، اِس سیاسی برتری کے بعد عیسائی دُنیا نے دوسرا کام یہ کیا کہ دوبارہ مسلم سیاسی عروج کے راستے بند کرنے کی غرض سے بڑی منصوبہ بندی کے ساتھ مسلمان علاقوں کو چھوٹے چھوٹے ملکوں کی شکل میں بانٹ کر اقوام متحدہ تشکیل دی گئی، تاکہ اِن ممالک کے دوبارہ اتحاد کے امکانات ہی باقی نہ رہیں۔

یہ مرحلہ کامیابی سے طے کرنے کے بعد اب مسلم ممالک کی معیشت و دولت اور تہذیب نشانے پر تھی، چنانچہ مسلم ممالک کی دولت کو مغربی ممالک میں منتقل کرنے کے لیے ایک طویل منصوبہ بندی کی گئی اور یوں آج مسلم ممالک کی دولت یورپ منتقل ہو چکی ہے۔ یہ کیسے کیا گیا؟ یہ بذاتِ خود ایک مکمل مضمون ہے، جس کی تفصیلات کا یہاں موقع نہیں ہے۔ اس وقت پاکستان میں

---

*چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور

offshore کمپنیوں کا پس منظر یہی ہے۔اس میں بھی دشمن کام یاب ہے،اس کی وجہ دشمن کی چالاکیوں سے زیادہ مسلم امہ کے حکمرانوں کی بے حسی ہے۔

تیسرا مرحلہ مسلم ممالک میں اسلامی تہذیب کی شکست ہے،اس کی خاطر بڑے منظم طریقے سے کام ہو رہا ہے، جس طبقے کے ہاتھ میں مسلم ممالک کی زمام کار ہے، اُس کی تعلیم و تربیت، ذہنی ساخت اور سیاسی وذاتی مصلحتوں کا تقاضا ہی یہی ہے کہ ان ممالک میں مغربی افکار واقدار اور روایات کو فروغ دیا جائے اور ان ممالک کو مغربی ممالک کے نقش قدم پر چلایا جائے، بہ تدریج پورے معاشرے کو مغربیت کے سانچے میں ڈھالا جائے، چناں چہ جدت اور آزادی کا نام لے کر ہر آوارگی معاشرے کا حصہ بنائی جارہی ہے۔ کسی بھی معاشرے میں بنیادی تہذیبی اکائی خاندان ہوتا ہے، اس لیے اسلام خاندان کی تربیت،اس کے نظم اور اخلاقی ماحول کی بہتری پر سب سے زیادہ زور دیتا ہے۔ اس تہذیبی تناؤ میں ہمارا خاندانی نظام ہمارے تہذیبی مخالفوں کے پر ہے۔خاندانی نظام میں چوں کہ عورت کی حیثیت اہم ترین ہے،اس لیے عورت کے حقوق کا نام لے کر اُس کا خاندانی کردار ختم کیا جارہا ہے۔اعلیٰ تعلیم کا حصول، ملازمت کا حصول، بے روزگاری کا خاتمہ، جدت کے نام پر مختصر لباس، مخلوط معاشرہ، مخلوط نظامِ تعلیم، مخلوط تفریحی ادارے؛ یہ سب خاندان میں عورت کے کردار کے خاتمے کے لیے ہیں۔گھریلو زندگی کا سکون، ازدواجی زندگی کی ذمہ داریاں، بچوں کی پرورش اور تربیت، خاندان کی خدمت، بڑوں، بزرگوں اور شوہر کا احترام؛اِن سب کو دقیانوسی قرار دے کر ان کا خاتمہ کیا جارہا ہے۔ مسلمانوں کی تہذیبی برتری مغرب کا بنیادی نشانہ ہے، مغرب اپنی بقااِسی میں سمجھتا اور دیکھتا ہے کہ مسلم تہذیبی برتری ختم ہونی چاہیے، چناں چہ اس بارے میں ہنٹنگٹن لکھتا ہے کہ مغربی تہذیب کو باہر سے آنے والوں کی تہذیب سے خطرہ ہے:

> Western culture is challenge by group within western societies. One such challenge comes from immigrant from other civilization[1]

اس خطرے کی وضاحت بیان کرتے ہوئے Huntington کہتا ہے کہ اس کی اصل وجہ مغرب کی کم زور اور بے جان ثقافت ہے، جو کہ بیرونی تہذیب (اسلام) کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

In Europe, western civilization could also be undermined by the weakening of the culture component.[2]

تاہم اب مسلمانوں کو اس تہذیبی جنگ میں اپنے ہارنے کا احساس ہو رہا ہے اور اس طرزِ عمل کے خلاف تھوڑی بہت مزاحمت مسلمان معاشروں میں ہے، لیکن اس کی حیثیت کم زور دفاع کی ہے۔یہ دفاعی حکمتِ عملی حقیقت میں شکست کی راہ ہے،

---

[1] Huntington, Samuel. P, *The Clash of Civilizations and the Remaking of World Order*, (New York: Touchstone, 1997), p.305.

[2] Huntington, *The clash of civilization*, p.305.

کیوں کہ مسلمان معاشرے میں اقدام کی صلاحیت نہیں، اس کی بنیادی وجہ مسلمان قیادتیں ہیں۔ چوں کہ تمام معاشرتی ادارے مغربی منہاج پر کام کررہے ہیں، تعلیم، سوچ اور تہذیبی رویوں میں مغربی ماڈل ہی پیش نظر ہے، اس لیے مزاحمتی ردّ عمل کے سوا مثبت تبدیلی اور اسلامی رویوں کے استحکام کے لیے کوئی بڑا کام نہیں ہورہا۔ پھر مغرب کی حکمتِ عملی یہ ہے کہ اُس نے اِس تہذیبی جنگ کے لیے مسلم معاشروں کو ہی میدانِ جنگ کے طور پر منتخب کیا ہے، اس لیے تہذیبی تصادم مسلم معاشروں کے اندر برپا ہے۔ مسلم معاشروں کی تعلیمی، سیاسی، عسکری اور فکری قیادتیں اس تہذیبی تصادم میں مغرب کی معاونت کررہی ہیں اور مغرب اپنے حلیفوں کو ہر قسم کی امداد مہیا کررہا ہے۔ جو لوگ مزاحمت کررہے ہیں وہ بے سروسامان ہیں اور ان کا ایجنڈا محض ردّ عمل کا ایجنڈا ہے۔ مثبت تبدیلیوں اور اسلامی نمونوں کے لیے عملی اقدامات نیم دلانہ ہیں، اس لیے آہستہ آہستہ میدان اُن کے ہاتھ سے نکل رہا ہے۔[3]

مخربِ اخلاق رسائل و جرائد، الیکٹرانک میڈیا، عریاں تصاویر، پروپیگنڈے کے ذریعے سے خاندانی منصوبہ بندی کے پروگرام میں مالی و معاشی امداد اور غیر محسوس سازشوں کے ذریعے سے مسلمانوں پر تابڑتوڑ حملے ہورہے ہیں[4]۔

تحفظِ حقوقِ نسواں بل 2006ء کا شرعی و تنقیدی جائزہ

تحفظِ حقوقِ نسواں بل میں اسلام سے متصادم ترامیم اور اُس کے اثرات

حدود آرڈیننس 1979ء کے بعد قومی اسمبلی نے 15 نومبر 2006ء کو تحفظِ خواتین کے نام سے جو بل منظور کیا ہے، اس کی درج ذیل دفعات قرآن و سنت کے مخالف ہیں:

سیکشن نمبر 5: زنا بالجبر سے متعلق نئی دفعات

1۔ اِس سیکشن نمبر 5 کے تحت زنا بالجبر کو حدود آرڈیننس سے نکال کر تعزیراتِ پاکستان میں داخل کردیا گیا ہے۔ موجودہ قانون میں شامل کی جانے والی ترمیمات کے نتیجے میں زنا بالجبر کی سزا کو حد سے نکال کر مستوجبِ تعزیر قرار دے دیا گیا ہے۔ بقولِ حکومت قرآن و سنت میں زنا بالجبر کی سزا کا تعین نہیں ہے۔

The offences of *Zinā* and *Qadhaf* are mentioned in the Qur'ān. The two ordinances relating to *Zinā* and *Qadhaf*, however, make a number of other acts punishable in spite of the fact that the Qur'ān and Sunnah neither define these offences nor has any punishment for there been prescribed. On no principle of *Qiyās* can the punishments for *Zinā* and

---

[3] خالد علوی، ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام، (لاہور: الفیصل ناشران وتاجرانِ کتب، 2009ء)، ص472۔

[4] ثریا بتول علوی، پروفیسر، جدید تحریک نسواں اور اسلام، (لاہور: منشورات، اکتوبر 1998ء)، ص15۔

Qadhaf or the procedure identified for their proof can be extended to these offences.[5]

2۔ تحفظ خواتین بل 2006ء کی ترمیم نمبر 5 کے الفاظ یہ ہیں:

A man is said to commit rape who has sexual intercourse with a woman under circumstances falling under any of the five following descriptions:

1. Against her will
2. Without her consent
3. With her consent, when the consent has been obtained by putting her in fear of death or of hurt,
4. With her consent, when the man knows that he is not married to her and that the consent is given because she believes that the man is another person to whom she is or believes herself to be married; or
5. with or without her consent when she is under sixteen years of age.[6]

کسی مرد کو زنا بالجبر کا مرتکب کہا جائے گا، جب وہ کسی عورت کے ساتھ مندرجہ ذیل پانچ حالات میں کسی صورت میں مباشرت کرے:

1۔ عورت کی مرضی کے خلاف

2۔ اُس کی رضامندی کے بغیر

3۔ جب مرضی ہلاکت یا ضرر کا خوف دلا کر لی گئی ہو

4۔ اُس کی مرضی سے، جب کہ مرد جانتا ہو کہ وہ اُس کے نکاح میں نہیں ہے اور یہ کہ رضامندی کا اظہار اس وجہ سے کیا گیا ہے، کیوں کہ وہ یہ باور کرتی ہے کہ مرد وہ دوسرا شخص ہے جس کے ساتھ اس کا نکاح ہو نا وہ باور کرتا ہے یا کرتی ہے، یا

5۔ لڑکی کی رضامندی یا اس کے بغیر، جب کہ وہ سولہ برس سے کم عمر کی ہو۔

3۔ پھر زنا بالجبر کی جو سزا بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے:

Whoever commits rape shall be punished with death or imprisonment of either description for a term which shall not be less than ten years or more, than twenty-five years and shall also be liable to fine.[7]

---

[5] Protection of women (Criminal Laws Amendment), 2006.

[6] Protection of women (Criminal Laws Amendment), 2006.

[7] Protection of women (Criminal Laws Amendment), 2006.

جو کوئی زنا بالجبر کا ارتکاب کرتا ہے اسے سزائے موت یا سزائے قید جو کم سے کم دس سال یا زیادہ سے زیادہ پچیس سال تک ہو سکتی ہے، دی جائے گی اور جرمانے کا بھی مستوجب ہو گا۔

اب اِن ترامیم کو دیکھیں اور قرآن و سنت کی تعلیمات کو تو یہ قرآن و سنت کے بالکل خلاف ہے، حدِ زنا کے ضمن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَّلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ [8]

"بدکار عورت اور بدکار مرد (اگر غیر شادی شدہ ہوں) تو اِن دونوں میں سے ہر ایک کو (شرائط حد کے ساتھ جرمِ زنا کے ثابت ہو جانے پر) سو کوڑے مارو (جب کہ شادی شدہ مرد و عورت کی بدکاری پر سزا رجم ہے اور یہ سزائے موت ہے) اور تمھیں اِن دونوں پر (دین کے حکم کے اجرا) میں ذرا ترس نہیں آنا چاہیے، اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، اور چاہیے کہ اِن دونوں کی سزا (کے موقع) پر مسلمانوں کی (ایک اچھی خاصی) جماعت موجود ہو"۔

اس آیت میں 'زنا' کا لفظ مطلق ہے، جو ہر قسم کے زنا کو شامل ہے؛ خواہ وہ رضامندی سے کیا ہو از نا ہو یا زبردستی کیا ہو۔ سو کوڑوں کی یہ سزا غیر شادی شدہ کے لیے ہے، جیسا کہ اِس آیت کے بارے میں قاضی بیضاوی فرماتے ہیں:

وهو حكم يخص بمن ليس بمحصن، لما دل على أن حد المحصن هو الرجم [9]

پھر جن عورتوں کے ساتھ زبردستی زنا کیا گیا ہو، اُن کا سزا سے مستثنیٰ ہونا قرآن سے ثابت ہے، ارشادِ ربانی ہے:

وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ [10]

"اور جو ان خواتین پر زبردستی کرے تو اللہ تعالیٰ ان کی زبردستی کے بعد (ان خواتین) کو بہت بخشنے والا، بہت مہربان ہے۔"

پھر اگر مجرم شادی شدہ ہو تو سنت متواترہ نے اضافہ کیا ہے کہ اسے سنگسار کیا جائے گا اور آپ ﷺ نے جس طرح یہ حد رضامندی سے کیے گئے زنا پر جاری کی ہے، اسی طرح زنا بالجبر کا ارتکاب کرنے والے پر بھی یہی حد جاری کی ہے۔

---

[8] النور 2:24

[9] البیضاوی، ناصر الدین، ابو سعید عبداللہ بن عمر، أنوار التنزيل وأسرار التأويل، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1418ھ)، ج4، ص98۔

[10] النور 33:24

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں ایک عورت نماز پڑھنے کے ارادے سے نکلی، راستے میں ایک شخص نے زبردستی اُس سے زنا کا ارتکاب کیا، اُس عورت نے شور مچایا تو وہ بھاگ گیا، بعد میں اس شخص نے اعتراف کر لیا کہ اُسی نے عورت کے ساتھ زنا بالجبر کیا تھا، اس پر آپ ﷺ نے اُس شخص پر حد جاری فرما دی اور عورت پر حد جاری نہیں کی۔[11]

صحیح بخاری اور دوسری کتبِ حدیث میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور کا واقعہ بھی موجود ہے کہ ایک غلام نے باندی کے ساتھ زنا بالجبر کا ارتکاب کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مرد پر حد جاری فرمائی اور عورت کو سزا نہیں دی۔[12]

جاء رجل إلى أبی بكر فذكر له أن ضيفا له افتض اخته، استكرها على نفسها، فسأله فاعترف بذلك فضربه أبوبكر الحد، ونفاه سنته إلى فدک، ولم يضربها، ولم ينفيها لأنه استكرهها، ثم زوجها إياه أبوبكر، واد كله عليها[13]

''ایک شخص نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو شکایت کی کہ اُس کے مہمان نے اس کی بہن کے ساتھ جبراً زنا کیا ہے، بعد از تفتیش اس نے اعتراف کر لیا (کیوں کہ وہ شخص کنوارہ تھا) اس لیے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُسے کوڑے لگوائے اور ایک سال کے لیے 'فدک' جلاوطن کر دیا اور عورت کو نہ تو کوڑے لگوائے اور نہ ہی جلاوطن کیا۔ ایک سال جلاوطنی کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے زانی کو حکم دیا کہ اب اس عورت سے نکاح کر لو''۔

اِس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جس عورت کے ساتھ زبردستی ہوئی ہو اُسے سزا نہیں دی جا سکتی، البتہ جس نے اس کے ساتھ زبردستی کی ہے اس پر زنا کی حد پوری طرح نافذ رہے گی۔ اب حکومت کا یہ کہنا کہ زنا بالجبر کی سزا قرآن وسنت میں بیان نہیں ہوئی، یہ سراسر غلط ہے۔ قرآن وسنت میں بیان کیے گئے حکم میں کسی کو ترمیم کا اختیار نہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا[14]

''کسی مومن اور مومنہ کے لیے جائز نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ فرما دیں تو اپنے پاس سے نئے فیصلے کرنا شروع کر دیں۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو وہ واضح گم راہی کا شکار ہو گیا''۔

---

[11] ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، الجامع الترمذی، کتاب الحدود، حدیث رقم: 1454۔

[12] بخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب الإکراہ، حدیث رقم: 6877

[13] ابن ہمام، ابو بکر عبد الرزاق بن نافع الحمیری، المصنف، (بیروت: المکتب الاسلامی، 1403ھ)، ج7، ص402۔

[14] الاحزاب 36:33

اللہ تعالیٰ کی طے کردہ عقوبات (حدود اللہ) میں کسی کو بھی ترمیم کا کوئی اختیار نہیں۔ دورِ نبوی کا مشہور واقعہ ہے کہ قریشی قبیلہ کی فاطمہ نامی عورت نے چوری کا ارتکاب کیا، تو نبی کریم ﷺ کے ایک محبوب صحابی اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے اُس عورت کا ہاتھ نہ کاٹنے کی سفارش لے کر آئے۔ آپ ﷺ اُن کی اِس بات پر سخت ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ، لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا[15]

"کیا تم حدود اللہ کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟ اگر (میری بیٹی) فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرے گی تو میں اُس کا ہاتھ بھی ضرور کاٹوں گا"۔

مذکورہ بل میں زنا بالجبر کی شرعی سزا کو ختم کرنے پر اِس قدر اصرار دراصل اُس پروپیگنڈے کی وجہ سے کیا گیا ہے کہ حدود آرڈیننس کے نفاذ کے وقت سے ہی یہ پروپیگنڈہ کیا جاتا رہا ہے کہ اس کے ذریعے بے گناہ عورتوں کو سزا دی جارہی ہے۔ وہ اِس طرح کہ جب کوئی عورت حدود آرڈیننس کے تحت کسی مرد کے خلاف زنا بالجبر کا مقدمہ درج کرائے تو اس سے یہ مطالبہ ہوتا ہے کہ وہ زنا بالجبر پر چار گواہ پیش کرے، جب وہ چار گواہ پیش نہیں کر سکتی تو الٹا اُسے جیل میں بند کر دیا جاتا ہے، لیکن یہ بات ٹھیک نہیں۔ ایک امریکی اسکالر چارلس کینیڈی نے جب یہ سنا تو اُس نے پاکستان آکر ان مقدمات کا سروے کیا اور ایک رپورٹ پیش کی جو شائع ہو چکی ہے اور اُس رپورٹ کے نتائج بھی حقائق کے عین مطابق ہیں۔ وہ اپنی رپورٹ میں لکھتا ہے:

> Women fearing under section 10(2) frequently bring charges of rape under 10(3) against their alleged partners. The FSC finding no circumstantial evidence to support the latter charge, convict the male accused under section 10(2). The women are exonerated of any wrong doing due to reasonable doubt rule.[16]

"جن عورتوں کو دفعہ 10(2) کے تحت زنا بالرضا کے جرم میں سزایاب ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے وہ اپنے مبینہ شریک جرم کے خلاف دفعہ 10(3) کے تحت (زنا بالجبر کا) الزام لے کر آجاتی ہیں۔ فیڈرل شریعت کورٹ کو چوں کہ ایسی کوئی قرائنی شہادت نہیں ملتی جو زنا بالجبر کے الزام کو ثابت کر سکے، اس لیے وہ مرد ملزم کو دفعہ 10(2) کے تحت (زنا بالرضا) کی سزا دے دیتا ہے اور عورت شک کے فائدے والے قاعدے کی بنا پر ہر غلط کاری کی سزا سے چھوٹ جاتی ہے"۔

---

15 بخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب الحدود، حدیث رقم: 2788۔

16 Charles Cannedy, *The Status of Women in Pakistan in Islamization of Laws*, p.74

لہٰذا مذکورہ بل میں زنا بالجبر کی سزا کو ختم کرنا قرآن وسنت کے بالکل خلاف ہے اور اس کا خواتین کے ساتھ زیادتی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

پھر دفعہ 375 میں جو زنا کی تعریف ہے، اُس کی رو سے شوہر اگر بیوی کی رضامندی کے خلاف اُس سے جماع کرے تو وہ بھی زنا بالجبر قرار پاتا ہے، جو کہ شریعتِ اسلامی کے خلاف ہے:

إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ، فَأَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ [17]

"جب کوئی شوہر اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کردے اور شوہر اس سے ناراضی کی حالت میں رات بسر کرے تو فرشتے ایسی بیوی پر صبح ہونے تک لعنتیں بھیجتے رہتے ہیں"۔

پھر دفعہ پانچ کی شق نمبر پانچ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سولہ برس سے کم عمر کی لڑکی کا ہر زنا، زنا بالجبر قرار پائے گا۔ یہ ترمیم بھی شریعتِ اسلام کے منافی ہے، کیوں کہ اسلام نے زنا کی سزا عمر کی بجائے جسمانی بلوغت کی علامتوں کے ساتھ منسلک کیا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنكُمُ الْحُلُمَ [18]

"اور جب جوانی کو پہنچ جائیں تو اجازت لینی چاہیے"

'حلم' اِس لفظ سے فقہا نے لڑکوں کے معاملے میں احتلام کو بلوغ کا آغاز مانا ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔۔۔احتلام کو لڑکوں کے لیے بلوغت قرار دیا ہے۔۔۔جب کہ لڑکی کے معاملہ میں ایام ماہواری کا آغاز علامت بلوغ ہے نہ کہ احتلام [19]

اس ترمیم کے نتیجے میں لڑکیوں کو سولہ سال تک زنا کے جرم سے چھوٹ ملنے کی وجہ سے بچوں میں بدکاری پھیل جائے گی، اور ایسی بری عادات کا شکار بچے مستقبل میں بھی جنسی بے راہ روی کا شکار رہیں گے اور معاشرے میں بے راہ روی عام ہو جائے گی۔

سیکشن نمبر 7: زنا اور الزام زنا کی سزا بل کی ترمیم نمبر 7 کے الفاظ یہ ہیں:

496B. fornication:

1. A man and a woman not married to each other are said to commit fornication if they willfully have sexual intercourse with one another.

---

[17] بخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب إذا قال أحدكم آمين والملائكة في السماء فوافقت إحداهما الأخرى غفر له ما تقدم من ذنبه، حدیث رقم: 3237

[18] النور 59:24

[19] مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، جولائی 1991ء) ج3، ص421۔

2. Whoever commits fornication shall be punished with imprisonment for term which may extend to five years and shall also be liable to fine not exceeding ten thousand rupees.

496C. Punishment for false accusation of fornication:

Whoever brings or levels or gives evidence of false charge of fornication against any person, shall be punished with imprisonment for a term which may extend to five years and shall also be liable to fine not exceeding ten thousand rupees.[20]

496ب۔زنا:

1۔ایسے مرد و عورت جن کی آپس میں شادی نہ ہوئی ہو، اگر رضامندی سے جنسی تعلقات قائم کرتے ہیں تو وہ زنا کے مرتکب ہوں گے۔

2۔زنا کے مرتکب مرد و عورت کو جو سزادی جائے گی، وہ زیادہ سے زیادہ پانچ سال قید ہو سکتی ہے اور انھیں دس ہزار روپے تک جرمانے کی سزادی جائے گی۔

496ج۔زنا کے جھوٹے الزام کی سزا:

جو کوئی بھی کسی شخص کے خلاف زنا کا جھوٹا الزام لگائے یا گواہی دے وہ زیادہ سے زیادہ پانچ سال تک قید اور زیادہ سے زیادہ دس ہزار روپے کے جرمانے کا مستوجب ہوگا۔

اب اس میں زنا اور الزامِ زنا (تہمت) کی جو سزائیں بیان کی گئی ہیں، یہ دونوں صریحاً خلاف اسلام ہیں۔ زنا کی سزا قرآن کریم میں یہ بیان ہوئی ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ[21]

"زانی عورت اور زانی مرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے کی سزا دو"۔

اور شادی شدہ کے لیے سنگ سار کرنے کی سزا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

الزام زنا (قذف) کی سزا

جس طرح اسلام میں زنا کی سزا اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دی ہے اور اس میں کسی کو تبدیلی کا اختیار نہیں، اِسی طرح اسلام نے زنا کے جھوٹے الزام (تہمت یا قذف) کی سزا بھی متعین کر دی ہے۔ تہمت کے بارے میں قرآن کریم کی آیت کریمہ ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا[22]

---

[20] Protection of women (Criminal Laws Amendment), 2006.

[21] النور2:24

[22] النور4:24

''جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کا جھوٹا الزام لگاتے ہیں، انھیں اسی کوڑے مارو اور آئندہ کبھی اُن کی گواہی قبول نہ کرو''۔

اس آیت میں لفظ ''يَرْمُونَ'' سے مراد زنا کی تہمت ہے اور اس کا ثبوت حدیث سے بھی ملتا ہے، جب ہلال بن امیہ نے اپنی بیوی پر شریک بن سمحاء کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

ائْتِ بِأَرْبَعَةٍ يَشْهَدُونَ عَلَى صِدْقِ مَقَالَتِكَ وَإِلَّا فَحَدٌّ فِي ظَهْرِكَ [23]

''اپنے دعوے کے ثبوت کے لیے چار گواہ لاؤ، ورنہ تمہاری پیٹھ حد جاری ہو گی''۔

زنا کی تہمت کی سزا ایک طرف قرآن کریم نے اسی کوڑے مقرر کی ہے تو دوسری طرف ہماری حکومت نے موجودہ بل میں زنا کی تہمت (قذف) کی شرعی حد میں بھی ترمیم کی ہے۔ اسے بھی پانچ سال قید اور جرمانے میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

سیکشن نمبر8:

203A. Complaint in case of *Zinā*:

1. No court shall take cognizance of an offence under section 5 of the offence of *Zinā* (Enforcement of *Ḥudūd*) Ordinance, 1979 (VII 1919), except in a complaint lodged in a court of competent jurisdiction.
2. The presiding officer of a Court taking cognizance of an offence on a complaint shall at once examine, on oath, the complainant and at least four Muslims, adult male eye-witnesses, about whom the Court is satisfied having regard to the requirement of *Tazkiya-al-Shahūd*, that, they are truthful persons and abstain from major sins (*Kabā'ir*), of the act of penetration necessary to the offence.
   Provided that, if the accused is a non-Muslim, the eye-witnesses may be non-Muslims.
   Explanation: In this section '*Tazkiya-al-Shahūd*' means the mode of inquiry adopted by a Court to satisfy itself as to the credibility of witness.
3. The substance of the examination of the complainant and eye-witnesses shall be reduced to writing and shall be signed by the complainant and the eye-witnesses, as the case may be, and also by the Presiding Officer of the Court.
4. If in the opinion of the Presiding Officer of a Court, there is sufficient ground for proceeding, the Court shall issue summons for the personal attendance of the accused.

---

[23] السرخسی، شمس الدین، کتاب المبسوط، (بیروت: دار الفکر، 2000ء/1421ھ) ج7، ص70۔

5. The Presiding Officer of a Court before whom a complaint is made or to whom it has been transferred may dismiss the complaint, if, after considering the statements on oath of the complainant and the four or more eye-witnesses there is, in his judgment, no sufficient ground for proceeding and in such case, he shall record his reasons for so doing.[24]

اس سیکشن میں زنا بالرضا کے جرم کا ارتکاب ہونے پر شکایت بذریعہ استغاثہ درج کرنے کے طریقہ کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔اس حوالے سے جو قباحتیں اور قانونی پیچیدگیاں پیدا ہو رہی ہیں ان کا ذکر درج ذیل ہے:

1۔عدالت مجاز تک رسائی میں مشکلات

اس سیکشن میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ زنا بالرضا کے جرم کی FIR تھانے کی بجائے صرف سیشن جج کی عدالت میں ہی درج کروائی جاسکے گی، کیوں کہ زنا بالرضا کے جرم کو ناقابل دست اندازی پولیس بنا دیا گیا ہے۔ زنا جیسے جرم کے قلع قمع کے لیے قانون تک عام آدمی کی رسائی کو زیادہ سے زیادہ ممکن بنانے کی بجائے قانون تک رسائی کو محال اور مشکل بنا دینے کا یہ عمل کئی طرح کی مشکلات کا باعث بنے گا۔

مثلاً:ہر ضلع میں صرف ایک سیشن عدالت تک ہر شخص کی رسائی قطعاً ممکن نہیں ہوتی، کیوں کہ پاکستان کے بعض اضلاع اتنے وسیع و عریض اور دور دراز علاقوں تک پھیلے ہوئے ہیں کہ دیہاتوں میں رہنے والے سادہ لوح لوگ قطعاً سیشن جج کی عدالت تک بار بار آنا بوجوہ برداشت نہیں کر سکتے۔ بفرض محال وہ پہنچ بھی جائیں تو اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ ہزاروں مقدموں کی کارروائی میں گھری ہوئی سیشن عدالت اُن کی درخواست کو اس دن قبول کر سکے گی۔اسی طرح کی دیگر قانونی پیچیدگیوں کے باعث مظلوم کے لیے بہ آسانی انصاف تک رسائی مشکل ہو گی۔ عملاً صورت حال یہ ہے کہ ایک معمولی سے معاملے کے لیے بھی عدالتوں کے بار بار چکر لگانے پڑتے ہیں۔اب جب کہ ضلع کے کسی دور دراز علاقے میں زنا کے جرم کا ارتکاب ہو اور شکایت کنندگان ایک دو دفعہ سیشن جج کی عدالت تک شکایت کرانے کے لیے آ بھی گئے اور جج کسی بھی وجہ سے عدالت میں نہ ملا تو دوبارہ کوئی بھی عدالت میں آکر شکایت درج کروانے کی جرأت نہیں کرے گا۔

2۔ مظلوم پر قذف کی تلوار

اس ایکٹ کے تحت جہاں ایک طرف ارتکابِ زنا بالرضا کی شکایت درج کروانے کے لیے سیشن جج کی عدالت کی شرط ہے، وہیں دوسری طرف قانون کے اندر یہ بھی درج کر دیا گیا ہے کہ اگر شکایت کنندگان چار گواہ پیش کر کے جرم کو ثابت نہ کر سکیں تو

---

[24] Protection of women (Criminal Laws Amendment), 2006.

انھیں بغیر کسی ثبوت یا مقدمہ کی کارروائی کے قذف کے قانون کا سامنا کرنا ہوگا، گویا قذف کی تلوار بھی مظلوم کے سر پر ہی لٹکا دی گئی ہے۔

جرم ثابت کرنے کے لیے تو تزکیۃ الشہود سمیت دیگر کئی شرائط اور پابندیاں لگادی گئی ہیں، لیکن قذف کے ثبوت کے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ کوئی بدکاری کے جرم کی شکایت لے کر عدالت میں آجائے اور جج اُس کی شکایت سے مطمئن نہ ہو۔اس سلسلے میں دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ آج ہمارے معاشرے کی بے حسی کسی سے پوشیدہ نہیں، سامنے گاڑی کے نیچے کوئی شخص کچلا جائے تو لوگ تھانے میں جاکر اس کی رپورٹ درج کروانے یا اس کی گواہی دینے کی زحمت گوارہ نہیں کرتے، چہ جائے کہ 50/100 میل دور سے کوئی اس معاشرتی برائی کی شکایت لے کر سیشن جج کی عدالت میں چکر لگاتا پھرے۔ خاص طور پر ایسے حالات میں کہ جب شکایت کنندہ کو یہ بھی معلوم ہو کہ جرمانے اور قید سمیت قذف کی حد اس پر بھی لگ سکتی ہے اور اس میں جج چاہے تو اس کے گواہوں پر سو طرح کے نقائص نکال کر اُن کی گواہی کو ناقابل قبول قرار دے کر سزا کا مستحق ٹھہرادے، تو کون ہے جو اس کے بعد بدکاری کے معاملات پر انگلی بھی اٹھانے کا روادار ہوگا، نتیجہ اجتماعی بے غیرتی اور بے حسی کی صورت میں نکلے گا۔

3۔ ضلعی عدالتی نظام پر عدم اعتماد

یہاں یہ امر بھی حیران کن ہے کہ ضلع کا پورا عدالتی نظام تمام دوسرے اہم ترین معاملات نمٹارہا ہے۔ ضلعی عدالتی نظام میں عام طور پر ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کے ماتحت متعدد جج یا مجسٹریٹ ہوتے ہیں۔ یہ لوگ سنگین جرائم اور لاکھوں کروڑوں کی مالیت کے معاملات نمٹاتے ہیں، لیکن ان معاملات میں تو ضلع کے عدالتی نظام پر عدمِ اعتماد کا اظہار نہیں کیا جاتا، جب کہ زنا کے لیے ضلع کے پورے عدالتی نظام کو اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا گیا ہے اور یہ شرط عائد کردی گئی ہے کہ صرف سیشن جج کی عدالت میں ہی آکر جرم کے خلاف شکایت درج کروائی جائے۔ مزید برآں سیشن جج پر ضلع کی عدالت ہونے کے ناطے کئی دیگر اُمور کا بوجھ بھی ہوگا۔اندریں حالات یہ معاملات قطعاًاس کی ترجیح میں شامل ہی نہ ہوسکیں گے۔ لہٰذا اس بات کا زیادہ امکان ہوگا کہ بدکاری کے یہ مقدمات غیر ضروری طوالت کا شکار ہوتے رہیں۔

4۔استغاثہ کا کڑا معیار

جرم ثابت کرنے کے لیے مقدمہ کی کارروائی کے دوران گواہوں اور تزکیۃ الشہود کی شرط لازمی ہوتی ہے نہ کہ شکایت کے اندراج اور استغاثہ کو قابل سماعت بنانے کے لیے۔ جب کہ یہاں تو استغاثہ کو قابل سماعت بنانے کے لیے بھی اس بات کو لازمی

قرار دیا گیا ہے کہ جب تک چار گواہوں کی شرط پوری نہیں ہوتی اُس وقت تک شکایت کا اندراج بھی نہ کیا جائے اور شکایت کرنے والے کی شکایت کو رڈ کر دیا جائے۔ استغاثہ کا یہ کڑا معیار بجا تھا، بشرطیکہ جرم ثابت کرنے کے بقیہ تقاضے بھی عین مطابق شریعت ہوں، لیکن یہاں تو گنگا ہی الٹی بہائی جا رہی ہے۔ اِس نرالے طریق کار کی کوئی مثال اس سے پہلے نہیں ملتی۔

5۔ ملزم کے لیے غیر ضروری رعایت

مزید برآں اس سیکشن کے تحت زنا کے جرم کو قابل ضمانت بھی قرار دے دیا گیا ہے، جس سے جرم کی شدت کم تر ہو گئی ہے، یعنی مجرم تو جرم کا ارتکاب بار بار کرنے کے باوجود صرف ذاتی مچلکے پُر کر کے ضمانت پر رہا ہو جائے گا اور معاشرے میں دندناتا پھرے گا، جب کہ شکایت کنندہ جو مظلوم ہو گا، معاشرے میں اِس سنگین جرم کے خاتمے کے لیے عدالت سے رجوع کر رہا ہو گا، عدالت میں پیشیاں بھگت رہا ہو گا اور اُسے قذف کے قانون کا بھی سامنا ہو گا۔ یہ صورت حال یقیناً ملزم کو غیر ضروری رعایت دینے اور مظلوم کے لیے مشکلات میں اضافے کا سبب ہو گی، جس کے نتیجے میں جرائم کی بے پناہ حوصلہ افزائی ہو گی۔[25]

حدود آرڈیننس کے تحت اگر کسی شخص کے خلاف زنا موجبِ حد کا الزام ہو اور مقدمے میں حد کی شرائط پوری نہ ہوں تو اسے دفعہ 10(3) کے تحت تعزیری سزا دی جا سکتی تھی، لیکن اب اِس موجودہ بل کی رو سے ضابطۂ فوجداری میں دفعہ 203 سی کا اضافہ کیا گیا ہے، اس کی شق نمبر 2 میں ہے:

> Notwithstanding the foregoing provisions, or anything contained in any other law for the time being in force no complaint under this section shall be entertained against any person who accused of *zinā* under section 5 of the offence of *Zinā* (Enforcement of *Ḥudūd*) Ordinance, 1979 (Ordinance No. VII of 1979) and against whom a complaint under section 203A of this code pending or has been dismissed or who has been acquitted or against any person who is a complainant or a victim in a case of rape, under any circumstances whatsoever.[26]

”کہ جو شخص زنا موجبِ حد کے الزام سے بری کر دیا گیا ہو یا کسی ایسے شخص کے خلاف جو مستغیث ہو یا Rape کی صورت میں شکار ہو کسی بھی صورت حال میں سماعت کے لیے قبول نہیں کی جائے گی“۔

---

[25] www.minhaj.org/urdu/tid/402.

[26] Protection of women (Criminal Laws Amendment), 2006, 8(203) C.

اب سوچنے کی بات ہے کہ ایسے شخص کے خلاف فحاشی کا مقدمہ دائر کرنے پر پابندی عائد کر دینا فحاشی کو تحفظ دینے کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

اسلام نے اگر زنا کو حرام قراد دیا ہے تو اُس کے اسباب و محرکات کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«زِنَا الْعَيْنَيْنِ النَّظَرُ، وَزِنَا الْيَدَيْنِ الْبَطْشُ، وَزِنَا الرِّجْلَيْنِ الْمَشْيِ، وَالْفَرجُ يُصَدِّقُ ذَلِكَ وَيُكَذِّبُهُ»[27]

''آنکھیں کا زنا دیکھنا ہے، ہاتھوں کا زنا پکڑنا اور پاؤں کا زنا چلنا ہے، شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے''۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام کی نظر میں صرف زنا ہی اکیلا جرم نہیں، بلکہ دوسروں کے حرم سے نظر بازی کرنا بھی سنگین جرم ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ چند جزوی خامیوں کو چھوڑ کر زیر نظر بل میں اہم خرابیاں یہ ہیں:

1۔ زیر نظر بل میں زنا بالجبر کی حد کو جس طرح بالکل ختم کر دیا گیا ہے وہ قرآن و سنت کے احکام کے سراسر خلاف ہے۔

2۔ جب ایک مرتبہ زنا کی حد کا فیصلہ ہو جائے تو صوبائی حکومت کو سزا میں کسی قسم کی معافی یا تخفیف کا اختیار دینا قرآن و سنت کے بالکل خلاف ہے۔

3۔ 'زنا بالرضا موجبِ حد' اور 'فحاشی' کو ناقابل دست اندازی پولیس قرار دے کر ان جرائم کو جو مختلف تحفظات دیے گئے ہیں، وہ ان جرائم کو عملاً ناقابل عمل سزا بنا دینے کے مترادف ہے۔

4۔ عدالتوں پر یہ پابندی عائد کرنا کہ شہادت کے مطابق مختلف جرائم سامنے آنے پر وہ دوسرے جرائم میں سزا نہیں دے سکتے، مجرموں کی حوصلہ افزائی ہے۔

5۔ قذف آرڈیننس میں ترمیم کر کے مرد کو چھوٹ دینا کہ وہ عورت کے مطالبے کے باوجود لعان کی کاروائی میں شرکت سے انکار کر کے عورت کو معلق چھوڑ دے، قرآن حکیم کے حکم کے منافی ہے۔

6۔ 'قذف آرڈیننس' میں یہ ترمیم بھی قرآن و سنت کے منافی ہے کہ عورت کے رضاکارانہ اقرار جرم کے باوجود اُسے سزا نہیں دی جاسکے گی۔

---

[27] ابن بشران، ابوالقاسم عبدالملک بن محمد البغدادی، أمالی ابن بشران، (الریاض: دار الوطن، 1997ء/1418ھ)، ص203، حدیث رقم:467

پنجاب تحفظ حقوق نسواں بل 2016ء کی اسلام سے متصادم شقیں

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ پاکستان میں بے شمار عورتیں مظالم کا شکار ہیں، اُن کی دادرسی ہونی چاہیے۔اِن سب باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے عورتوں کی دادرسی کا مناسب انتظام ہونا چاہیے، انھیں مذہب نے جو حقوق دیئے ہیں وہ ان کو لازمی دینے چاہئیں اور ان کے لیے ترقی کے مواقع شریعت کی روشنی میں فراہم کیے جانے چاہئیں۔ مندرجہ بالا پنجاب تحفظ خواتین بل 2015ء کی چند شقیں تنقید سے بالاتر ہونے کے باوجود اس میں چند شقیں ایسی ہیں جو ہمارے خاندانی نظام کی جڑوں کے لیے بہت نقصان دہ ہیں، جس سے فیملی سسٹم بری طرح سے متاثر ہوگا۔ذیل میں ان شقوں کا جائزہ لیا جائے گا۔

موجودہ پنجاب تحفظ حقوق نسواں بل کے ابتدائیہ میں کہا گیا ہے کہ چوں کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین (اصناف) کے مابین مساوات کی ضمانت دے کر ریاست کو خواتین کے تحفظ کے لیے کوئی خصوصی قانون وضع کرنے کا اختیار دیتا ہے۔[28]

'اصناف' یعنی مرد و عورت میں مساوات کا تصور سرے سے ہی غلط مفروضے پر قائم کیا گیا ہے۔ یہاں جس طرح مساوات کا ذکر کیا گیا ہے اس کا مطلب اگر یہ ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔دونوں ایک ہی قسم کی صلاحیتیں لے کر دنیا میں آئے ہیں اور دونوں دنیا کا ہر کام کر سکتے ہیں تو یہ ہدایت غلط ہے۔ گو مغرب کے نزدیک مساواتِ مرد و زن کا یہی مطلب ہے اور مغرب زدگان بھی اس غیر عقلی اور غیر فطری نظریے پر ایمان بالغیب رکھتے ہیں، لیکن اسلام اس مساواتِ مرد و زن کو تسلیم نہیں کرتا۔اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کے درمیان فرق کیا ہے، ان کے مقصدِ تخلیق میں بھی اور دائرۂ کار میں بھی، اور اسی اعتبار سے دونوں کو صلاحیتیں بھی ایک دوسرے سے مختلف عطا کی ہیں۔

اور اگر مذکورہ ابتدائیہ کا مطلب یہ ہے کہ مرد اور عورت، اگرچہ دو جنس ہیں، لیکن محض اس بنیاد پر کسی کے ساتھ امتیاز نہیں کیا جائے گا، دونوں کے حقوق کا تحفظ اور دونوں کی فلاح و بہبود کے لیے ضروری قانون سازی کی جائے گی۔ تو یہ مطلب بالکل صحیح ہے اور اسلام سے متصادم نہیں، جب کہ پہلا مطلب اسلام سے یکسر متصادم ہے۔[29]

قانون ہذا کی تعریفات میں شق نمبر 2 کی کلاز اے میں کہا گیا ہے کہ 'متاثرہ فرد' سے مراد ایسی خاتون ہے جس پر مدعاعلیہ نے تشدد کیا ہو[30] بل میں گھریلو تشدد کی تعریف کرتے ہوئے سب سیکشن ایچ میں کہا گیا ہے کہ:

---

[28] پنجاب تحفظ حقوق نسواں بل 2016ء ص 1۔

[29] محدث میگزین، شمارہ 374، اپریل، 2016ء تحفظ حقوق نسواں بل کا تنقیدی جائزہ اور متبادل حل۔

[30] پنجاب تحفظ حقوق نسواں بل 2016ء، شق 2، کلاز (ایچ) ص 1۔

گھریلو تشدد سے مراد وہ تشدد ہے جو مدعا علیہ (یعنی گھر میں موجود تمام مرد و خواتین سوائے متاثرہ خاتون) کی طرف سے متاثرہ شخص (یعنی صرف متاثرہ خاتون) پر حالیہ گھر (یعنی جس گھر میں رہ رہی ہے) میں کیا گیا ہو، جب کہ مدعا علیہ اس کا قریبی رشتہ دار (ماموں، چچا، یا کوئی خونی رشتہ دار) خاوند (باپ، ماں باقی بھائی بہنیں) وغیرہ ہوں۔[31]

گھریلو تشدد میں تمام مرد و خواتین کو شامل کر کے یہ پیغام دیا گیا ہے کہ اگر کوئی لڑکی یا خاتون کسی بھی طرح کے کرتوت کر کے گھر میں آ جائے تو گھر میں کوئی اس سے اخلاقاً بھی نہیں پوچھ سکتا، اگر پوچھے گا تو وہ تشدد ہو گا۔ اس بل کے سیکشن سات میں مردوں کے لیے جو سزا کا طریقہ تجویز کیا گیا ہے، اُس نے تو حد ہی کر دی ہے۔

سیکشن سات کی شق (اے) کے تحت متاثرہ شخص اور مدعا علیہ (مرد، بھائی، بیٹا، باپ، اور شوہر یا کوئی بھی قریبی رشتہ دار) کو ملنے نہیں دیا جائے گا۔

شق (بی) کے تحت متاثرہ عورت کے پاس جانے کی بھی پابندی ہو گی۔

شق (سی) کے تحت مرد کو شہر بدر یا علاقہ بدر بھی کیا جا سکتا ہے اور یہ فیصلہ کورٹ (پولیس کے جھوٹے سچے کیس کے مطابق) کرے گی۔

شق (ڈی) کے مطابق مدعا علیہ (مرد) کو چوبیس گھنٹے کے لیے کڑا پہنایا جائے گا۔

شق (ای) کے مطابق گھر سے نکال دیا جائے گا۔

شق (ایف) کے مطابق اُس سے ہر قسم کے ہتھیار واپس لے لیے جائیں گے۔

شق (جی) کے مطابق کسی ذریعے سے بھی عورت سے رابطہ قابل سزا جرم ہو گا۔

شق (ایچ) کے مطابق جس گھر میں عورت ہو گی، اُس گھر میں مرد کو نہیں آنے دیا جائے گا۔ اور جہاں متاثرہ عورت زیادہ آتی جاتی ہو یا جہاں ملازمت کرتی ہو وہاں بھی نہیں جا سکے گا۔

شق (آئی) کے تحت کسی رشتہ دار یا کسی کو بھی (ماں، باپ تک کو بھی) درمیان میں رابطے کا ذریعہ نہیں بننے دیا جائے گا۔

شق (جے) کے مطابق بچے عورت کی تحویل میں رہیں گے۔[32]

---

[31] پنجاب تحفظ حقوق نسواں بل 2016ء، شق 2، کلاز (ایچ) ص 1۔

ناچاقی اور جھگڑے کی صورت میں مرد کو عورت سے بات کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہو گا، جب کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق پہلی سٹیج پر باہمی بات چیت سے مسئلے کا حل نکالا جاتا ہے۔

شق نمبر 4 میں یہ قانون اجازت دیتا ہے کہ خاتون کے عدمِ تحفظ یا اُس پر تشدد کی شکایت اس کے علاوہ اس کی طرف سے کوئی دوسرا شخص بھی کر سکتا ہے۔[33]

اس پر ہمارے معاشرے میں عمل کس طرح ہونے کا امکان ہے؟ مثلاً اگر ایک لڑکی اور لڑکے میں دوستی کے مراسم ہیں، والدین کو بچی کی بے راہ روی کا پتہ چلتا ہے تو وقتی طور پر اسے اکیلے گھر سے باہر نکلنے پر منع کر دیتے ہیں، تو لڑکی کا دوست متعلقہ افسر سرکاری کے پاس جا کر شکایت کر دے گا کہ اس کی یونی ورسٹی فیلو کو اس کے والدین نے گھر میں محبوس کر رکھا ہے تو متعلقہ افسر پولیس کی مدد سے اس گھر پر ریڈ کرے گا 'مظلوم' لڑکی کو 'برآمد' کرے گا اور والدین تھانے کچہری میں ذلیل ہوتے رہیں گے، لڑکا یا لڑکی عدالت جا کر سول میرج کر لیں گے۔ اسی طرح کا معاملہ ایک شادی شدہ خاتون یا ملازم پیشہ خاتون کے 'دوست'، ہمدرد اور دفتری ساتھی بھی کر سکتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس طرح اسلامی اقدار کا جنازہ نکلے گا یا انھیں فروغ حاصل ہو گا؟ خاندان ٹوٹیں گے یا جڑیں گے؟[34]

اسی طرح سیکشن گیارہ کے سب سیکشن تین میں لکھا ہے کہ حکومت ہر ضلع میں پروٹیکشن کمیٹی میں دو سول سوسائٹی کی خواتین اور چار مخیر حضرات لوگوں کو بھی شامل کرے گی۔[35]

سوال پیدا ہوتا ہے کہ متاثرہ خواتین کا خاندان اس کی حفاظت کا زیادہ حق دار ہے یا کہ این۔جی۔اوز کی عورتیں؟؟

اسی طرح سیکشن چودہ کے کلاز ڈی کے تحت عورت دو دن کے لیے شوہر، باپ، بھائی یا کسی کو بھی گھر سے نکال سکتی ہے۔[36]

ظاہر ہے یہ اسلامی روایات، مشرقی معاشرے اور مشرقی تہذیب کے بالکل خلاف ہے۔

سیکشن بارہ کی سب سیکشن ایم کے کلاز نمبر 2 کے مطابق اس نظام کو چلانے کے لیے عطیات وصول کیے جائیں گے۔[37]

---

32 پنجاب تحفظ حقوق نسواں بل 2016ء شق 7، ص 3۔

33 پنجاب تحفظ حقوق نسواں بل 2016ء، شق 4، ص 2۔

34 ماہنامہ البرھان لاہور، اپریل 2016ء، ص 36۔

35 پنجاب تحفظ حقوق نسواں بل 2016ء، شق 11، سب سیکشن 3

36 پنجاب تحفظ حقوق نسواں بل 2016ء، شق 14، سب سیکشن ڈی۔

37 پنجاب تحفظ حقوق نسواں بل 2016ء، شق 12، سب سیکشن (ایم)، کلاز 2، ص 6۔

اگر حکومت کے پاس بجٹ نہیں تو یہ اخراجات کہاں سے پورے کیے جائیں گے؟ اس کا مطلب ہے جو بھی ڈونر ایجنسی ہو گی وہ پیسہ اپنے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے دے گی، جس کا اپنا ایجنڈا ہو گا۔

بل میں داخلے کا اختیار سیکشن 15 کے سب سیکشن 1 میں اس طرح درج ہے کہ ضلعی تحفظ خواتین آفیسر یا تحفظ خواتین آفیسر کسی بھی وقت، کسی بھی جگہ، یا گھر میں داخل ہو سکتے ہیں، مگر آفیسر یا سرکاری نمائندہ متاثرہ شخص کو اس کی اجازت سے ہی ریسکیو کر سکیں گے۔[38]

الحاصل یہ سیکشن چادر اور چار دیواری کے تحفظ کو پامال کرتا ہے، گھروں کی پرائیویسی تو مسلم معاشرے اور تہذیب کا خاصہ ہے، جس کا غیر بھی اعتراف کرتے ہیں، جس کو اس بل کے ذریعے سے پامال کرنے اور گھریلو زندگیوں کا سکون پامال کرنے کی کوشش حکومتی سطح پر کی گئی ہے۔ مثلاً سیکشن نمبر سات کی تمام شقیں اے سے جے تک خلاف شریعت ہیں۔

[38] پنجاب تحفظ حقوق نسواں بل 2016ء، شق 15، سب سیکشن 1، ص 8۔